Rooh-e-Tahqeeq, Vol.04, No.01, Serial No. 11, January – March 2026

Human Exploitation in Aziz Ahmad's Novels

عزیز احمد کے ناول میں انسانی استحصال

Dr. Aziza Saeed
Assistant Professor of Urdu, Lahore College for Women University, Lahore
aziza.saeed@hotmail.com

Dr. Khizra Tabassum
Assistant Professor of Urdu, Lahore College for Women University, Lahore
khizraatabassum@gmail.com

Abstract:
This research study examines the theme of human exploitation in the novels of Aziz Ahmad. Aziz Ahmad is one of the prominent figures of modern Urdu fiction who portrayed the social, psychological, and cultural crises of modern society with realism and intellectual depth. His novels present the problems of class inequality, emotional deprivation, moral decline, and inner conflict, which deeply affect human life and identity. The study analyzes economic, psychological, sexual, and social exploitation in his selected novels through an analytical and qualitative approach. It highlights how oppressive social structures influence human behavior, emotions, and relationships. The research concludes that Aziz Ahmad’s novels are not only a reflection of social reality but also a profound exploration of human consciousness and suffering, which makes his fiction an important contribution to modern Urdu literature.

Keywords:
Aziz Ahmad, novels, realism and intellectual, fiction, Urdu literature

عزیز احمد کے ناول اردو ادب میں ایک منفرد فکری و فنی جہت کے حامل ہیں جن میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت گہرائی اور حقیقت پسندی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ان کے ناول محض قصہ گوئی یا رومانی اظہار تک محدود نہیں بلکہ وہ ایک ایسے سماجی و نفسیاتی مطالعے کی حیثیت رکھتے ہیں جس میں انسان اپنی پوری داخلی و خارجی پیچیدگیوں کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

عزیز احمد بیسویں صدی کے اُن اہم ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اردو ناول کو جدید فکری رجحانات سے ہم آہنگ کیا۔ ان کی شخصیت علمی اور فکری لحاظ سے نہایت وسیع تھی اور وہ مشرقی و مغربی فکر سے گہرا ادراک رکھتے تھے۔ ان کے ناولوں میں فرائیڈی نفسیات، مارکسی معاشی فکر اور وجودی فلسفے کے اثرات نمایاں طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ انیس قیوم فیاض لکھتی ہیں:

> ”عزیز احمد اپنی بے پناہ حقیقت نگاری کی وجہ سے اپنے فن میں آفاقیت یا عمدیت پیدا کرتے ہیں وہ اپنے کرداروں کو زندہ اور متحرک پیش کرنے میں بہت زیادہ قدرت رکھتے ہیں وہ افراد ہی کو نہیں بلکہ ان کے احساسات اور جذبات کو بھی اس درجہ یقین آفرینی اور حقیقی انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ہر انسان کو اس آئینہ میں اپنی صورت نظر آتی ہے۔“(۱)

عزیز احمد کے ناولوں میں طبقاتی نظام ایک بنیادی مسئلے کے طور پر سامنے آتا ہے۔ معاشرہ واضح طور پر طاقتور اور کمزور طبقات میں تقسیم دکھائی دیتا ہے۔ طاقتور طبقہ اپنے وسائل اور اختیار کے ذریعے کمزور طبقے کو استعمال کرتا ہے۔ یہ

استحصال صرف معاشی سطح پر نہیں رہتا بلکہ انسانی عزتِ نفس اور شناخت کو بھی متاثر کرتا ہے۔ غریب کردار اکثر مجبوریوں کے باعث اپنی خواہشات اور بنیادی حقوق سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ اس صورت حال میں انسان ایک مشینی وجود بن کر رہ جاتا ہے جس کی اپنی کوئی آزاد حیثیت باقی نہیں رہتی۔

عزیز احمد کے ناولوں میں معاشی استحصال ایک نہایت اہم اور بنیادی موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اپنے عہد کے معاشرتی ڈھانچے کو نہایت باریک بینی سے دیکھا اور یہ محسوس کیا کہ انسان کی اکثر محرومیاں اور نفسیاتی الجھنیں دراصل معاشی ناہمواری سے جنم لیتی ہیں۔ ان کے ناولوں میں سرمایہ دارانہ نظام، طبقاتی تفاوت، غربت، بے روزگاری اور معاشی عدمِ مساوات کو اس انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ قاری نہ صرف معاشرے کی بیرونی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے بلکہ انسان کی داخلی شکست وریخت کو بھی محسوس کرتا ہے۔ ناول آگ میں لکھتے ہیں:

"مٹی اور کیچڑ کی ڈھلوان سے ڈھلکی ہوئی اتر کے ندی کے کنارے بیٹھ گئی ندی میں کیچڑ اور غلاظت گویا سطح پر تیر ہی رہا تھا۔ اس نے اسی میلے پانی سے آفتابہ بھرا اور منہ دھونے لگی "(۲)

مٹی، کیچڑ اور غلاظت سے بھرپور ماحول دراصل اُس زوال پذیر معاشرتی نظام کی نمائندگی کرتا ہے جہاں غریب اور محروم طبقہ بنیادی انسانی سہولیات سے بھی محروم دکھائی دیتا ہے۔ کردار کا کیچڑ آلود ڈھلوان سے اتر کر ندی کے کنارے بیٹھنا اور اسی گندے پانی سے آفتابہ بھر کر منہ دھونا اس بات کی علامت ہے کہ استحصالی معاشرے میں انسان اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی ذلت اور محرومی کا سامنا کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہاں ندی کا میلا پانی محض خارجی منظر نہیں بلکہ اس سماجی گندگی اور طبقاتی بے حسی کی علامت ہے جس نے انسان کی زندگی کو آلودہ کر دیا ہے۔ یہ کیفیت اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ محروم طبقے کو نہ صرف معاشی مسائل کا سامنا ہے بلکہ وہ ایک ایسے ماحول میں زندگی گزارنے پر مجبور ہے جہاں عزت، پاکیزگی اور آسودگی جیسی انسانی قدریں بھی میسر نہیں رہتیں۔ کردار گندے پانی سے نفرت یا مزاحمت کے بجائے خاموشی سے اسی سے منہ دھوتا ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ مسلسل استحصال انسان کے اندر مزاحمت کی قوت کو کمزور کر دیتا ہے۔ غربت اور محرومی انسان کو اس حد تک مجبور کر دیتی ہے کہ وہ آلودہ حالات کو اپنی قسمت سمجھ کر قبول کرنے لگتا ہے۔ اس طرح یہ منظر صرف جسمانی گندگی کا بیان نہیں بلکہ ایک ایسے استحصالی نظام کی تصویر ہے جہاں کمزور طبقہ مسلسل ذلت، محرومی اور غیر انسانی حالات کا شکار رہتا ہے۔ مصنف نے نہایت حقیقت پسندانہ اور علامتی انداز میں یہ واضح کیا ہے کہ استحصال صرف معاشی مسئلہ نہیں بلکہ انسانی وقار، نفسیات اور وجود کو بھی متاثر کرتا ہے۔ اسی حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

"ادھیر جوان عورتیں جہلم میں اپنے بچوں کو آب دست دے رہی تھیں اور اسی پانی سے کھانے کے برتن کھنگال رہی تھیں۔۔۔" (۳)

عزیز احمد کے ہاں معاشی استحصال صرف دولت کی کمی یا غربت کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک ایسا سماجی جبر ہے جو انسان کی شخصیت، عزتِ نفس اور نفسیات کو متاثر کرتا ہے۔ ان کے کردار اکثر معاشی مجبوریوں کے ہاتھوں اپنی خواہشات، خوابوں اور اصولوں کی قربانی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غربت انسان کو اس مقام پر لے آتی ہے جہاں وہ اپنی شناخت کھونے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ناولوں میں معاشی مسائل صرف خارجی حقیقت نہیں بلکہ داخلی کرب کی صورت اختیار کر لیتے

ہیں۔ ان کے ناولوں میں امیر اور غریب طبقے کے درمیان واضح تضاد موجود ہے۔ امیر طبقہ وسائل، طاقت اور اختیار پر قابض دکھائی دیتا ہے جبکہ غریب طبقہ مسلسل محرومی اور بے بسی کا شکار رہتا ہے۔ یہ طبقاتی تقسیم انسانی تعلقات کو بھی متاثر کرتی ہے۔ بعض کردار صرف اس لیے کمتر سمجھے جاتے ہیں کیونکہ ان کے پاس دولت یا سماجی حیثیت موجود نہیں ہوتی۔ اس طرح معاشی طاقت انسان کی سماجی قدر کا پیمانہ بن جاتی ہے۔

عزیز احمد نے یہ بھی دکھایا ہے کہ معاشی استحصال انسان کو اخلاقی طور پر کمزور کر دیتا ہے۔ جب بنیادی ضروریات پوری نہ ہوں تو انسان اپنی اقدار پر قائم نہیں رہ پاتا۔ بعض کردار معاشی مجبوریوں کے باعث ایسے فیصلے کرتے ہیں جو ان کی داخلی خواہشات کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس عمل سے ان کے اندر احساسِ شکست اور محرومی پیدا ہوتی ہے۔ یوں معاشی جبر انسان کی روحانی اور اخلاقی زندگی کو بھی متاثر کرتا ہے۔ ناول آگ میں لکھتے ہیں:

> ”سر پر وہ ٹوپ پہنے تھی، جس پر زردوزی کا کام پھیکا پڑ گیا تھا اور ٹوپ پر سر کے تیل کی وجہ سے ایک انچ میل چڑھا ہوا تھا۔ وہ بار بار ٹوپ کے نیچے اپنے سر کو کھجاتی اور ایک جوں یا لیکھ نکال کر دونوں انگوٹھوں کے ناخونوں کے درمیان اسے چٹ سے مار دیتی۔۔۔ پھیرن کا رنگ کسی زمانے میں سبز ہو گا اب تو اس کا رنگ صرف میلا تھا۔۔۔“(۴)

ان کے ناولوں میں متوسط طبقہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہی طبقہ سب سے زیادہ ذہنی اور معاشی کشمکش کا شکار نظر آتا ہے۔ متوسط طبقے کے کردار نہ مکمل طور پر آسودہ ہوتے ہیں اور نہ مکمل طور پر محروم، بلکہ وہ مسلسل بہتر زندگی کی خواہش اور معاشی مسائل کے درمیان الجھے رہتے ہیں۔ یہی کشمکش ان کے اندر احساسِ کمتری، بے یقینی اور اضطراب پیدا کرتی ہے۔

عزیز احمد کے بعض کردار سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار محسوس ہوتے ہیں۔ وہ رشتوں کو بھی مفاد اور دولت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ محبت، دوستی اور خلوص جیسے جذبات بھی معاشی مفاد کے تابع ہو جاتے ہیں۔ اس طرح انسان آہستہ آہستہ ایک مادی وجود میں تبدیل ہونے لگتا ہے جہاں جذبات کی جگہ مفاد لے لیتا ہے۔

ان کے ناولوں میں عورت کا معاشی استحصال بھی نمایاں ہے۔ بعض نسوانی کردار معاشی کمزوری کے باعث دوسروں پر انحصار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہی انحصار ان کی آزادی کو محدود کر دیتا ہے۔ عورت کی مجبوری کو بعض مرد کردار اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتے ہیں، جس سے معاشی استحصال جنسی اور جذباتی استحصال میں بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔

عزیز احمد کے ہاں معاشی استحصال انسانی تنہائی اور بے معنویت کا احساس بھی ہے۔ جب انسان مسلسل معاشی مسائل کا شکار رہتا ہے تو اس کے اندر زندگی سے بیزاری پیدا ہونے لگتی ہے۔ وہ خود کو معاشرے میں غیر محفوظ اور بے وقعت محسوس کرتا ہے۔ یہی کیفیت ان کے ناولوں کے کئی کرداروں میں شدت کے ساتھ موجود ہے۔ عزیز احمد نے معاشی استحصال کو صرف سماجی مسئلہ نہیں سمجھا بلکہ اسے انسانی وجود کے بحران سے جوڑ کر پیش کیا۔ ان کے ناولوں میں معاشی ناہمواری انسان کی نفسیات، اخلاقیات، رشتوں اور داخلی سکون کو متاثر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا فن محض حقیقت نگاری نہیں بلکہ ایک گہرا فکری اور انسانی مطالعہ بن جاتا ہے۔

عزیز احمد کے ناولوں میں جنسی استحصال ایک نہایت اہم اور حساس موضوع کے طور پر سامنے آتا ہے۔ انہوں نے انسانی زندگی کے اس پہلو کو محض جذباتی یا رومانی انداز میں پیش نہیں کیا بلکہ اسے ایک گہرے سماجی، نفسیاتی اور تہذیبی مسئلے کے طور پر بیان کیا ہے۔ ان کے ہاں جنسی تعلقات اکثر طاقت، اختیار، محرومی اور داخلی کشمکش کے ساتھ جڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ناولوں میں جنس محض جسمانی خواہش نہیں بلکہ انسانی نفسیات اور استحصالی نظام کی علامت بن جاتی ہے۔ ناول ”ایسی پستی ایسی بلندی“ میں لکھتے ہیں:

> ”نیازی اور محمود شوکت بہت چھٹے ہوئے تھے اور خصوصاً نیازی کے نام سے تو سب واقف تھے۔ فرخندہ نگر کے باہر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے یہ دونوں بھائی جوان وڑر اور کسان عورتوں کو اٹھالے جاتے اور وڈر اور مزدور ان کے پیچھے دوڑتے، پتھر مارتے اور تھک ہار کر خاموش ہو جاتے۔ یہاں تک کہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد وہی عورتیں روتی اور اپنے کپڑے ٹھیک کرتی ہوئیں اپنے شوہروں اور بھائیوں کے پاس واپس آجاتیں۔“(۵)

عزیز احمد کے ناولوں میں جاگیردارانہ ظلم اور انسانی استحصال کی انتہائی تلخ تصویر پیش کرتا ہے۔ نیازی اور محمود شوکت جیسے کردار اپنے سماجی اثر ورسوخ اور طاقت کے بل پر غریب کسانوں اور مزدوروں کی عورتوں کو زبردستی اپنے قبضے میں لے جاتے ہیں۔ اس صورتحال میں کمزور طبقہ شدید بے بسی کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ مزدور اور کسان ان کے پیچھے دوڑتے اور پتھر مارتے ہیں، لیکن طاقت کے فرق کے باعث ان کی مزاحمت ناکام ہو جاتی ہے۔ جاگیردارانہ معاشرے میں غریب طبقے کی عزت، جان اور جذبات کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی اور طاقتور طبقہ انہیں اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ عورتیں روتی ہوئی اور اپنے کپڑے سنبھالتی واپس آتی ہیں، جس سے ان کی ذہنی اذیت، خوف اور بے بسی واضح ہوتی ہے۔ یہاں عورت صرف جسمانی تشدد کا شکار نہیں بلکہ اس کی عزتِ نفس اور نفسیات بھی مجروح ہوتی ہیں۔ اس منظر میں کسانوں اور مزدوروں کی خاموشی بھی اہم ہے، کیونکہ مسلسل محرومی اور کمزوری نے ان کے اندر مزاحمت کی طاقت کو محدود کر دیا ہے۔ جاگیردارانہ نظام میں طاقتور طبقہ قانون اور اخلاقیات سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ مزدور اور کسان اگرچہ احتجاج کرتے ہیں لیکن ان کی مزاحمت بے اثر رہتی ہے، جس سے معاشرتی ناانصافی اور طبقاتی بے بسی نمایاں ہوتی ہے۔ عورت یہاں دوہری محرومی کا شکار ہے؛ ایک طرف وہ کمزور معاشی طبقے سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری طرف مردانہ جبر کا نشانہ بنتی ہے استحصال صرف فرد کی زیادتی نہیں بلکہ ایک پورے سماجی ڈھانچے کی پیداوار ہے جہاں طاقتور طبقہ کمزور انسانوں کی زندگی، عزت اور جذبات کو اپنی خواہشات کے تابع بنالیتا ہے۔

عزیز احمد نے ایسے معاشرے کی تصویر کشی کی ہے جہاں انسان بظاہر اخلاقی اقدار کا پابند دکھائی دیتا ہے لیکن اندرونی طور پر شدید جنسی الجھنوں اور محرومیوں کا شکار ہے۔ ان کے کردار اکثر اپنی دبی ہوئی خواہشات، احساسِ محرومی اور جذباتی خلا کے باعث نفسیاتی اضطراب میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہی اضطراب بعض اوقات استحصالی رویوں کو جنم دیتا ہے جہاں ایک فرد دوسرے فرد کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنالیتا ہے۔

ان کے ناولوں میں عورت اکثر جنسی استحصال کا شکار دکھائی دیتی ہے۔ مردانہ بالادستی پر مبنی معاشرتی نظام عورت کو ایک آزاد اور خودمختار شخصیت کے بجائے ایک جسمانی وجود کے طور پر دیکھتا ہے۔ اس صورتِ حال میں عورت کی جذباتی

اور نفسیاتی شناخت مجروح ہو جاتی ہے۔ بعض نسوانی کردار ایسے ماحول میں زندگی گزارتے ہیں جہاں ان کی خواہشات اور احساسات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ انہیں صرف مرد کی ضرورت اور خواہش کے تابع سمجھا جاتا ہے۔

عزیز احمد نے جنسی استحصال کے نفسیاتی اثرات کو بھی بڑی باریک بینی سے پیش کیا ہے۔ ان کے کردار اکثر احساسِ جرم، خوف، محرومی اور ذہنی انتشار کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ بعض کردار اپنی جنسی خواہشات کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہی دباؤ بعد میں نفسیاتی بحران کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس طرح ان کے ناولوں میں جنس ایک پیچیدہ انسانی مسئلہ بن جاتی ہے جو فرد کی داخلی دنیا کو شدید متاثر کرتی ہے۔ ان کے ہاں محبت اور جنس کے تعلق میں بھی ایک گہرا تضاد موجود ہے۔ محبت بظاہر خلوص اور جذباتی وابستگی کا نام ہے لیکن بعض مواقع پر یہ تعلق طاقت اور اختیار کی بنیاد پر استوار دکھائی دیتا ہے۔ بعض مرد کردار محبت کے نام پر عورت کے جذبات اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس طرح جذباتی تعلق بھی استحصال کی ایک شکل اختیار کر لیتا ہے۔

عزیز احمد کے ناولوں میں جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کے اثرات نہایت واضح انداز میں سامنے آتے ہیں۔ ان کے ہاں شادی اور خاندانی رشتوں کو اکثر انسانی جذبات اور باہمی ہم آہنگی کے بجائے معاشی مفادات اور سماجی حیثیت کے تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ دولت، جاگیر اور ظاہری آسائشیں انسان کی اصل قدر و قیمت کا معیار بن جاتی ہیں، جس کے باعث رشتوں کی معنویت متاثر ہوتی ہے۔ اس طرزِ فکر میں فرد کی شخصیت، جذباتی وابستگی اور فکری مطابقت ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہے جبکہ مالی استحکام اور سماجی مرتبہ بنیادی اہمیت حاصل کر لیتے ہیں۔ اس صورتحال سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ استحصالی معاشرے میں انسانی تعلقات بھی مادّی مفادات کے تابع ہو جاتے ہیں۔

عورت کی حیثیت بھی ایسے معاشرتی نظام میں شدید متاثر دکھائی دیتی ہے۔ اس کی خوشی، آزادی اور ذاتی خواہشات کو اکثر معاشی تحفظ اور سماجی آسودگی کے ساتھ مشروط کر دیا جاتا ہے۔ عورت کی زندگی کے فیصلے اس کی اپنی پسند کے بجائے خاندانی مفادات اور سماجی توقعات کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔ اس طرح عورت ایک خود مختار شخصیت کے بجائے ایک ایسے سماجی ڈھانچے کا حصہ بن جاتی ہے جہاں اس کی انفرادیت محدود ہو جاتی ہے۔ ظاہری حسن، رنگت اور معاشی حیثیت جیسے عوامل انسانی رشتوں کے تعین میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، جس سے معاشرتی تعصبات اور طبقاتی رویّے مزید نمایاں ہو جاتے ہیں۔ ناول "ایسی بلندی ایسی پستی" میں لکھتے ہیں:

> "بیٹی ذرا کالا، ذرا موٹا ہے مگر تجھے آرام سے رکھے گا۔ آٹھ لاکھ سالانہ کی جاگیر ہے جیسی کہ خورشید زمانی بیگم کو توقع تھی کہ سرتاج نے فوراً منظور کر لیا، ہاں مما کالا ہوا تو کیا ہوتا ہے، کالے مرد اپنی بیویوں کو بڑے آرام سے رکھتے ہیں۔ ان کے ناز اٹھاتے ہیں اور یہ اجاڑ گورے چٹے مرد تو خود کو معلوم نہیں کیا سمجھ کے اتنے نخرے کرتے ہیں۔ اور میں نے سنا ہے رولس رائس گاڑی بھی ہے۔ ہاں بیٹی تو رولس رائس گاڑی میں پھرے گی۔"(۶)

عزیز احمد کے بعض ناولوں میں متوسط طبقے کی جنسی محرومیاں خاص طور پر نمایاں ہیں۔ معاشی مسائل، سماجی پابندیاں اور اخلاقی جبر انسان کی فطری خواہشات کو دبا دیتے ہیں۔ یہی دبی ہوئی خواہشات نفسیاتی الجھنوں اور غیر متوازن رویوں کو جنم دیتی ہیں۔ اس تناظر میں عزیز احمد نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنسی استحصال صرف فرد کی اخلاقی

کمزوری کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک بیمار معاشرتی نظام کی پیداوار بھی ہے۔ان کے ناولوں میں عورت کی مجبوری اور معاشی کمزوری بھی جنسی استحصال سے جڑی ہوئی نظر آتی ہے۔بعض نسوانی کردار معاشی تحفظ یا سماجی بقا کے لیے ایسے تعلقات قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو ان کی داخلی خواہشات کے خلاف ہوتے ہیں۔اس طرح معاشی اور جنسی استحصال ایک دوسرے سے مربوط دکھائی دیتے ہیں۔

عزیز احمد نے جنسی موضوعات کو جس جرات اور حقیقت نگاری کے ساتھ پیش کیا، اس کے باعث انہیں بعض حلقوں کی تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے انسانی نفسیات کے اُن گوشوں کو بے نقاب کیا جنہیں معاشرہ عموماً چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ان کا مقصد محض سنسنی پیدا کرنا نہیں تھا بلکہ وہ انسانی وجود کی داخلی سچائیوں کو سمجھنے اور پیش کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔" ایسی بلندی ایسی پستی"میں لکھتے ہیں:

"چُپ حرامزادی، سلطان حسین نے میز پر اس زور سے بھینچی ہوئی مٹھی ماری کہ پیالی سے چھلک کر چائے میز پر گری۔تو ہو گا حرامزادہ، زبان سنبھال کے بات کر۔"مجھ کو اپنی لونڈی سمجھ لیا ہے؟" خود تو اول درجے کا چھٹا ہوا آوارہ بدمعاش ہے اور الٹا ہر وقت میری جان کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔چپ حرامزادی نہیں تو اتنے جوتے لگاؤں گا۔نور جہاں کا غصہ آنسوؤں کے ہجوم میں انتہا کے قریب قریب پہنچ چکا تھا۔جوتے لگائے گا حرامزادے، دھیڑ، چمار ہمت تو ذرا مجھے ہاتھ تو لگا کر دیکھ۔"(۷)

عزیز احمد کے ناولوں میں جنسی استحصال محض جسمانی تعلق کا مسئلہ نہیں بلکہ طاقت، محرومی، نفسیاتی بحران اور سماجی جبر کا ایک پیچیدہ اظہار ہے۔انہوں نے اس موضوع کو انسانی نفسیات اور معاشرتی حقیقت کے ساتھ اس انداز میں جوڑا کہ ان کے ناول اردو ادب میں نفسیاتی حقیقت نگاری کی اہم مثال بن گئے۔ محمد اسلم فاروقی لکھتے ہیں:

"ناول " ہوس" میں نسیم کا کردار ایک ایسے نوجوان کا کردار ہے جس کے پاس محبت کی اعلیٰ اقدار موجود نہیں ہیں۔وہ ایک طرح کا نفسیاتی مریض ہے۔وہ جنسی طور پر ایک ایسا ناآسودہ نوجوان ہے جس کے دل و دماغ پر ہر وقت عورت چھائی رہتی ہے وہ ہمیشہ اچھی یا بری عورت کی قربت کا خواہاں رہتا ہے اور فطرت اور معاشرت کے قیود اس کے آگے بے معنی ہیں۔اپنی عمر سے بڑی چچازاد بہن زلیخا سے محبت کا گھناؤنا کھیل کھیلتا ہے"(۸)

عزیز احمد کے ناولوں میں نفسیاتی استحصال ایک نہایت گہرا اور پیچیدہ موضوع ہے۔انہوں نے انسانی باطن کی اُن الجھنوں، محرومیوں اور شکستگیوں کو اپنے فن کا حصہ بنایا جنہیں عام طور پر معاشرہ نظر انداز کر دیتا ہے۔ان کے ہاں انسان صرف خارجی مسائل کا شکار نہیں بلکہ داخلی سطح پر بھی شدید اضطراب، خوف، احساسِ محرومی اور ذہنی کشمکش میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔یہی داخلی دباؤ رفتہ رفتہ نفسیاتی استحصال کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔"گریز"ناول میں لکھتے ہیں:

"اس رات اس نے اپنی زندگی میں خلا محسوس کیا، خلا اور بڑی ہی سخت تنہائی ایسی تنہائی جو کبھی کبھی برسات کی راتوں میں حیدر آباد میں محسوس کرتا تھا۔"(۹)

عزیز احمد کے ناولوں میں نفسیاتی استحصال کا تعلق اکثر معاشرتی جبر، جنسی محرومی، طبقاتی تفاوت اور تہذیبی بحران سے جڑا ہوا نظر آتا ہے۔ان کے کردار بظاہر عام زندگی گزارتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اندرونی طور پر شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں۔وہ اپنی خواہشات اور سماجی پابندیوں کے درمیان مسلسل کشمکش میں مبتلا رہتے ہیں۔یہی کشمکش ان کی

شخصیت کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار کر دیتی ہے۔

ان کے بعض کردار احساسِ کمتری کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔ معاشی کمزوری، سماجی محرومی یا جذباتی ناکامی ان کے اندر ایک ایسی نفسیاتی شکست پیدا کر دیتی ہے جس سے وہ اپنی ذات پر اعتماد کھو بیٹھتے ہیں۔ وہ خود کو دوسروں سے کمتر محسوس کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ تنہائی، خوف اور بے یقینی ان کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اس طرح استحصالی معاشرہ انسان کی نفسیاتی آزادی کو سلب کر لیتا ہے۔

عزیز احمد نے فرائیڈی نفسیات سے اثر قبول کرتے ہوئے انسانی لاشعور کو بڑی اہمیت دی۔ ان کے کردار اکثر دبی ہوئی خواہشات، خوف اور محرومیوں کے زیرِ اثر عمل کرتے ہیں۔ بعض کردار اپنی اصل خواہشات کا اظہار نہیں کر پاتے کیونکہ سماجی اقدار اور اخلاقی پابندیاں انہیں روک دیتی ہیں۔ یہی دبی ہوئی خواہشات بعد میں ذہنی انتشار اور نفسیاتی الجھنوں کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ ''مرمر اور خون'' میں لکھتے ہیں:

> ''اسے یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ ایک گناہ سخت شرم ناک گناہ کی مرتکب ہوئی ہے ہر نقطہ نظر سے یہ گناہ کس قدر سخت تھا مذہبی نقطہ نظر اخلاقی نقطہ نظر معاشرتی نقطہ نظر سے۔''(۱۰)

ان کے ناولوں میں تنہائی ایک اہم نفسیاتی کیفیت کے طور پر سامنے آتی ہے۔ بہت سے کردار لوگوں کے درمیان رہتے ہوئے بھی اندرونی طور پر تنہا محسوس کرتے ہیں۔ وہ اپنے جذبات اور مسائل دوسروں کے ساتھ بانٹنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہ تنہائی رفتہ رفتہ ان کے وجود پر حاوی ہو جاتی ہے اور انہیں ذہنی طور پر کمزور کر دیتی ہے۔ اس کیفیت میں انسان خود اپنے لیے ایک اجنبی بن جاتا ہے۔

عزیز احمد کے ہاں نفسیاتی استحصال کا ایک اہم سبب تہذیبی انتشار بھی ہے۔ مشرقی روایات اور مغربی جدیدیت کے درمیان پیدا ہونے والی کشمکش انسان کی ذہنی ساخت کو متاثر کرتی ہے۔ ان کے کردار اکثر اس سوال میں الجھے رہتے ہیں کہ وہ روایت کو قبول کریں یا جدید زندگی کے تقاضوں کو۔ یہی ذہنی تضاد ان کے اندر بے چینی اور اضطراب پیدا کرتا ہے۔

عورت کے کرداروں میں بھی نفسیاتی استحصال شدت کے ساتھ موجود ہے۔ بعض نسوانی کردار جذباتی محرومی، سماجی جبر اور مردانہ بالادستی کے باعث شدید ذہنی دباؤ کا شکار رہتے ہیں۔ ان کی خواہشات کو دبایا جاتا ہے اور ان کی شخصیت کو محدود کر دیا جاتا ہے۔ اس مسلسل جبر کے نتیجے میں وہ احساسِ بے بسی اور ذہنی شکستگی میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

عزیز احمد نے نفسیاتی استحصال کو محض انفرادی مسئلہ نہیں سمجھا بلکہ اسے پورے معاشرتی نظام سے جوڑ کر پیش کیا۔ ان کے نزدیک ایک ایسا معاشرہ جہاں انسان کو آزادیِ اظہار، جذباتی تحفظ اور ذہنی سکون میسر نہ ہو، وہاں نفسیاتی بحران ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کردار اکثر بے چینی، خوف، مایوسی اور داخلی ٹوٹ پھوٹ کی علامت بن جاتے ہیں۔

عزیز احمد نے نفسیاتی کیفیات کے اظہار کے لیے جدید تکنیکوں کا استعمال کیا۔ داخلی خود کلامی، شعور کی رو، یادداشت اور خواب جیسی تکنیکوں کے ذریعے انہوں نے کرداروں کی ذہنی دنیا کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا۔ اس اسلوب نے ان کے ناولوں کو نفسیاتی حقیقت نگاری کی ایک مضبوط مثال بنا دیا۔ تنہائی نفسیات پہ گہرا اثر ڈالتی ہے۔ لکھتے ہیں:

"تنہائی یہ تنہائی اس کا کام تمام کر دے گی اس کی روح کو اس کی روح کی مسرتوں کو اس کی روح کی زندگی کو ختم کر کے رہے گی۔"(۱۱)

عزیز احمد کے ناولوں میں نفسیاتی استحصال انسانی وجود کے گہرے بحران کی علامت ہے۔ ان کے کردار صرف سماجی یا معاشی جبر کا شکار نہیں بلکہ داخلی طور پر بھی شکست خوردہ اور پریشان نظر آتے ہیں۔ یہی نفسیاتی پیچیدگی ان کے فن کو اردو ناول میں ایک منفرد اور اہم مقام عطا کرتی ہے۔

انسانی استحصال عزیز احمد کے فکشن کا مرکزی اور ہمہ گیر موضوع ہے، جو محض ایک سماجی مسئلے کے طور پر نہیں بلکہ انسانی وجود کے پورے نظام کو متاثر کرنے والی ایک بڑی فکری حقیقت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ ان کے ناولوں میں استحصال کی مختلف صورتیں—معاشی، نفسیاتی، جنسی، تہذیبی اور اخلاقی—ایک دوسرے سے اس طرح مربوط دکھائی دیتی ہیں کہ انہیں الگ الگ خانوں میں تقسیم کرنا ممکن نہیں رہتا۔ انسان ان کے ہاں ایک ایسے سماج میں زندہ دکھائی دیتا ہے جہاں طاقت کے مختلف مراکز اس کی زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور یوں اس کی آزادی، خودی اور داخلی سکون رفتہ رفتہ کمزور پڑتے جاتے ہیں۔

عزیز احمد کے ناولوں میں فرد کی محرومی دراصل اجتماعی نظام کی پیداوار ہے۔ ان کے کردار اپنی ناکامیوں، الجھنوں اور ذہنی انتشار کے لیے خود مکمل طور پر ذمہ دار نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک ایسے سماجی ڈھانچے کا نتیجہ ہوتے ہیں جو طبقاتی تفریق، معاشی ناہمواری اور ثقافتی تضادات پر قائم ہے۔ غربت اور معاشی دباؤ انسان کو نہ صرف مادی سطح پر کمزور کرتے ہیں بلکہ اس کی اخلاقی اور نفسیاتی ساخت کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ اس طرح فرد آہستہ آہستہ اپنی شناخت کھونے لگتا ہے اور ایک ایسی کیفیت میں داخل ہو جاتا ہے جہاں اس کی خواہشات اور اس کی حقیقت کے درمیان مسلسل تصادم جاری رہتا ہے۔ یہی تصادم ان کے ناولوں میں انسانی المیے کی بنیاد بنتا ہے۔

نفسیاتی سطح پر دیکھا جائے تو اس مطالعے سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ عزیز احمد نے انسانی لاشعور اور داخلی کیفیتوں کو نہایت باریک بینی سے پیش کیا ہے۔ ان کے کردار اکثر دبی ہوئی خواہشات، احساسِ محرومی، خوف، تنہائی اور احساسِ کمتری کا شکار رہتے ہیں۔ یہ نفسیاتی کیفیات کسی فرد کی ذاتی کمزوری نہیں بلکہ اس سماج کا ردِ عمل ہیں جس میں اظہارِ ذات کے مواقع محدود ہیں۔ جب انسان اپنی خواہشات اور جذبات کو کھل کر بیان نہیں کر سکتا تو وہ اندر ہی اندر ٹوٹنے لگتا ہے۔ یہی داخلی ٹوٹ پھوٹ ان کے ناولوں میں نفسیاتی استحصال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، جہاں انسان خود اپنے ہی ذہنی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جنسی اور نسوانی استحصال کے حوالے سے بھی یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عزیز احمد نے جنس کو محض جسمانی خواہش کے طور پر نہیں بلکہ طاقت اور اختیار کے نظام کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا ہے۔ ان کے ہاں عورت اکثر ایسے معاشرے میں دکھائی دیتی ہے جہاں اس کی حیثیت ثانوی ہے اور اس کی شناخت مردانہ بالادستی کے زیرِ اثر محدود ہو جاتی ہے۔ یہ صورتحال صرف فرد کی سطح پر نہیں بلکہ پورے سماجی نظام کی فکری ساخت کو ظاہر کرتی ہے۔ محبت اور جذباتی تعلقات بھی بعض اوقات طاقت کے عدم توازن کی وجہ سے استحصال کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، جس سے انسانی رشتوں کی اصل معنویت متاثر ہوتی ہے۔

تہذیبی اور فکری سطح پر بھی واضح ہوتا ہے کہ عزیز احمد کے ناول ایک ایسے دور کی عکاسی کرتے ہیں جس میں مشرقی روایات اور مغربی جدیدیت کے درمیان شدید کشمکش موجود تھی۔ یہ تہذیبی تضاد فرد کے اندر ایک مستقل ذہنی انتشار پیدا کرتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ اپنی شناخت کے بارے میں غیر یقینی کیفیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس طرح استحصال صرف معاشی یا جسمانی سطح تک محدود نہیں رہتا بلکہ یہ تہذیبی اور فکری سطح پر بھی انسان کو متاثر کرتا ہے، جس سے اس کی داخلی ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے۔

عزیز احمد کے ناولوں میں استحصال کو ایک مسلسل عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، نہ کہ ایک وقتی یا حادثاتی صورت حال کے طور پر۔ ان کے کردار کسی ایک لمحے میں نہیں بلکہ پوری زندگی کے سفر میں استحصال کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ استحصال کبھی معاشی دباؤ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی نفسیاتی الجھنوں کی صورت میں، کبھی جنسی محرومی کے طور پر اور کبھی تہذیبی بحران کے طور پر۔ اس مسلسل دباؤ کے نتیجے میں انسان ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کی اندرونی آزادی محدود ہو جاتی ہے اور وہ حالات کے سامنے بے بس دکھائی دیتا ہے۔

عزیز احمد نے اردو ناول کو محض کہانی یا تفریح کا ذریعہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے انسانی شعور، سماجی حقیقت اور نفسیاتی پیچیدگیوں کے گہرے مطالعے کا وسیلہ بنا دیا۔ ان کے ناول اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ انسانی استحصال ایک ہمہ گیر حقیقت ہے جو فرد کی زندگی کے ہر پہلو کو متاثر کرتی ہے۔ اس لیے ان کا فکشن نہ صرف اپنے عہد کی سماجی سچائیوں کا آئینہ ہے بلکہ جدید انسان کے داخلی بحران کو سمجھنے کے لیے بھی ایک اہم فکری حوالہ فراہم کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱)انیس قیوم فیاض،"حیدر آباد میں افسانہ نگاری"،(حیدر آباد،ادارہ شعر و حکمت،۱۹۸۰ء)ص۵۶۔

(۲)عزیز احمد، آگ،(لاہور، تخلیقات،۲۰۰۰ء)ص۲۹۔

(۳)ایضاً ۔ص۵۶۔

(۴)ایضاً۔ص۲۸۔

(۵) عزیز احمد،"ایسی بلندی ایسی پستی"،(لاہور،مکتبہ جدید،۱۹۴۸ء)،ص۳۵۔

(۶) ایضاً۔ص۶۲۔

(۷) ایضاً۔ص۱۸۸۔

(۸)محمد اسلم فاروقی،ڈاکٹر،"عزیز احمد کی ناول نگاری کا تنقیدی مطالعہ"(دہلی،ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۱۵ء)ص۵۲۔

(۹)عزیز احمد،"گریز"،(نئی دہلی،موڈرن پبلشنگ ہاؤس،۲۰۱۵ء)،ص۱۰۲۔

(۱۰)عزیز احمد،"مرمر اور خون"،(حیدر آباد دکن،عبد الحق اکیڈمی،۱۹۴۳ء)ص۸۴

(۱۱) ایضاً۔ص۳۹

References

- Anees Quyyum Fayyaz,Hyderabad main afsana nigari(Hyderabad:idara sher o hikmat,1980)
- Aziz ahmad,Aag,(Lahore,Takhleeqat, 2000)
- Aziz ahmad,aisi bulandi aisi pasti,(Lahore:maktaba jaded,1948)
- Dr,Muhammad aslam farooqi,Aziz ahmad ki novel nigari ka tanqeedi mutala,(dehli:educational publishing house,2015)
- Aziz ahmad ,Gurez,(new dehli:modern puplishing house,2015)
- Aziz ahmad, Marmar aur khoon(Hayderabad dakan,abdul haq academy,1943)

❖❖❖